ترتیب ادارۃ الحق

ضبط۔ نیشنل اسمبلی

دستور ساز اسمبلی

میں اسلامی ترمیمات پر

شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ

کی

تقریریں

مسودہ دستور پر دفعہ وار بحث کے دوران شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب نے اسلامی اور جمہوری ترامیم پیش کیں۔ ترامیم کی تحریک کرتے ہوئے آپ نے جو تقریریں ارشاد فرمائیں۔ ان میں سے جو ہمیں میسر آسکی ہیں، انہیں قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

— ادارہ —

سوشلزم کو معیشت کی بنیاد بنانے کے بارہ میں شیخ رشید کی ترمیم کی مخالفت

صدر محترم! قائد ایوان شیخ رشید نے مسودہ آئین کی دفعہ ۲ کے بعد ایک نئی دفعہ بڑھانے کی ترمیم پیش کی ہے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہوگی، میں اس کی شدید مخالفت کرتا ہوں۔

صدر محترم! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم ملک کو اسلامی آئین دینا چاہتے ہیں۔ الحمدللہ یہاں اسمبلی کے تمام ممبران یعنی نمائندے مسلمان ہیں۔ اس لئے ہمیں ایسی چیزوں سے بچنا چاہئے جنکو مملکت کے لوگ برا سمجھیں اور دنیا میں بھی رسوائی ہو۔ ہم نے پہلے روز نظریہ پاکستان اور اسلام کا اللہ کا نام لے کر حلف اٹھایا۔ اور آئین میں یہ ذکر ہے کہ مملکت کا مذہب اسلام ہوگا۔ اس لئے اسلام کے خلاف کوئی حکم نہیں ہونا چاہئے۔

اتنا عرض کروں گا کہ اسلام کا معاشی نظام نہ سرمایہ داری ہے، اور نہ سوشلزم ہے۔ سرمایہ داری کا مقصد خود مختار ملکیت ہے جس میں خدا کے کسی قانون کے ساتھ متصادم ہے اور سوشلزم سب دولت سمیٹ کر ایک فرد واحد یعنی حکومت کے ہاتھ میں دینے کا نام ہے، ایک پارٹی سیاہ و سفید کی مالک ہوتی ہے۔

اسلام دونوں کا مخالف ہے یعنی نہ سرمایہ داری اور نہ سوشلزم ہے۔ اسلامی نظام کی بدولت

خلفائے راشدین اور بنی امیہ اور بنی عباس کے زمانہ میں زکوٰۃ لینے والا کوئی نہ تھا۔ اسی طرح خلفائے راشدین بنوامیہ اور بنی عباس اور ہندوستان میں مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ حکومت کے دوران سوشلزم رائج نہ تھا بلکہ اسلامی نظام اور اسلام کا معاشی نظام ہی تھا۔ اور ہر طرف خوشحالی کا دور دورہ تھا۔ قوم نے ہمارے ساتھ امیدیں وابستہ کی ہیں۔ باقی رہا سوشلزم کے ساتھ اسلامی کی اصطلاح، تو یہ ایسا ہے جیسے پاک کنوئیں میں ایک قطرہ پیشاب ڈالا جائے تو تمام کنواں پلید ہو جاتا ہے۔ اور بالفرض تمام آئین اسلامی بھی ہو تو سوشلزم کے لفظ کے لگ جانے سے جائز نہیں ہو جاتا۔ پھر یہ بھی اصطلاح شروع ہو جائے گی کہ اسلامی سود، اسلامی زنا۔ کہ زنا حرام ہے مگر اسلامی زنا جائز۔ سود حرام ہے، مگر اسلامی سود جائز۔

یہ ترمیم دفعہ ۲ کی ابطال کر رہی ہے۔ اگر ڈپٹی لیڈر شیخ محمد رشید لانا چاہتے ہیں، تو لفظ اسلامی معاشیات سے آئیں۔

میں اس ترمیم کی مخالفت کرتا ہوں اگر یہ لایا گیا تو پورے ملک میں بدنامی ہوگی۔ خدا کے لئے اس ملک کو اسلامی آئین ہی کے ذریعے بچائیے، اسلام کے معاملہ میں کسی کی رعایت نہ کریں۔

بعد میں نسیم جہاں نے تقریر شروع کرکے سوشلزم کے حق میں الجزائر وغیرہ کے حوالے دینے شروع کر دیئے۔ مولانا عبدالحق نے پوائنٹ آف آرڈر پر کہا، ہم نے معاشیات کی بنیاد قرآن و سنت پر رکھی ہے، نہ کہ الجزائر یا دوسرے ملک کی تقلید پر۔

صدر دستوریہ: مولانا اب تشریف رکھیں۔ (۱۲ر مارچ ۱۹۷۳ء)

انسداد غلامی سے متعلق ترمیم

۱۳ر مارچ ۱۹۷۳ء

دفعہ ۱۱ کا تعلق غلامی کے انسداد سے ہے، اس میں میری ترمیم ہے۔ مجھے اس دفعہ کے انسداد سے تمام دن جو تکلیف تھی وہ آج صبح کی بحث سے رفع ہو گئی تھی۔ یعنی آج ایک ترمیم پیش ہوئی تھی کہ کسی شہری کو بلا کسی وجہ بتائے صرف الزام کی بنیاد پر نظر بند کیا جائے گا۔ مگر آپ نے اس کی مخالفت کی اور ووٹوں سے ثابت کر دیا کہ کسی پاکستانی کو بھی وجہ بتائے صرف الزام ہی کی بناء پر جیل میں ڈالا جا سکتا ہے۔ اور یہ دفعہ بغیر ترمیم کے پاس کر دی — تو آپ آزاد شہری کی آزادی سلب کرتے ہیں۔ پھر صبح کے وقت یہ دفعہ بھی زیر بحث آئی کہ جو شخص بھی آئین پاکستان کی تنسیخ کریگا وہ غدار ہوگا اور ایسے شخص کو سخت سزا دی جائے گی۔ حالانکہ وہ ہندوؤں کا بنایا ہوا قانون منسوخ کرتا ہے۔ جو ملکی سالمیت

کے خلاف بات کرتا ہے۔ اس کو گرفتار کیا جائے گا۔ تو مجھے تعجب تھا کہ یہاں جب احرار کی آزادیاں سلب کی جارہی ہیں تو کفار کی آزادی کو تو ضرور ختم کیا جاسکے گا۔ مگر ادھر تو مستحق شہریوں کی آزادی سلب کرنے کا راستہ نکالا ادھر غلاموں یعنی کافروں کی آزادی سے اتنی دلچسپی۔ ہمارے پاکستان میں کہیں غلامی نہیں نہ غلاموں کی خرید و فروخت ہے۔ اور نہ رواج ہے۔ اس دفعہ کے لانے کی ضرورت ہی نہیں۔ مگر صرف مغربی تہذیب اور وساتیر کی بنا پر اس دفعہ کو لایا گیا سوائے اس کے کوئی ضرورت نہ تھی۔ حالانکہ جب مرض موجود نہیں تو ڈاکٹر کی کیا ضرورت۔ دیکھئے ہم سب مسلمان ہیں اور یہ تو ایک ایسی چیز جو اباحت کے درجے میں موجود ہے۔ جیسا کہ مفتی محمود صاحب نے بھی فرمایا یہ دفعہ اللہ کی اجازت پر حملہ ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ کسی کو ضرور غلام بنایا جائے لیکن اس دفعہ سے براہ راست خدا کے دیئے گئے اختیارات مجروح ہوتے ہیں۔

میں اتنا عرض کرتا ہوں غلامی کا معنی کیا ہے؟ آزادی سلب کرنا۔ اور اسکی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر جیل کی کوٹھری میں بند کر دیا جائے۔ اور اسکی آزادی سلب کر دی جائے۔ اور کہا جائے کہ تم فلاں دفعہ کے مجرم ہو اس لئے تمہاری آزادی سلب کی جاتی ہے۔ اس طرح ہزاروں احرار پاکستانی جیلوں میں بند ہیں۔ اور ان کو غلام مقید بنایا گیا ہے۔ ان کے اختیارات سلب کر دیئے گئے ہیں۔ تو تمام عمر ان کی آزادی سلب کر لیتے ہیں، اس پر تو ذرا شرم دعار نہیں جبکہ یہ انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کی نافرمانی کی سزا ہے۔ تو اگر ایک شخص خدا کے قانون کا انکار کرتا ہے منکر ہے اور اسکے صلہ میں بالفرض اسکی آزادی سلب کر لی جائے اور اُسے غلام بنایا جائے جو کہ اختیاری امر ہے تو کون سا جرم ہے۔ یہ مغربی تہذیب کا پروپیگنڈہ ہے۔ ہم اس سے ڈرتے نہیں کہ ملک کے توڑنے والے کو قید کیا جائے۔ اور اگر اللہ و رسول کے منکر کو قید کیا گیا تو جرم قرار پائے سیاسی نظر بندی اور سیاسی قید کے نام پر مغربی تہذیب جب غلامی کی مدعی ہے اس سے ہم نہیں شرماتے، لیکن جب اسلام میں غلامی کا نام آیا ہے تو شرماتے ہیں۔ غلامی جو اسلام میں رہی اسکو اسلام نے ختم کرنا چاہا انجیل کو دیکھئے تورات کو دیکھئے اس طرح زمانہ جاہلیت میں غلامی کا دور دورہ تھا، خرید و فروخت اور کیا کیا مظالم جاری تھے۔ اسلام نے اگر اسکو ختم کر دیا۔ اور انہیں اپنے برابر بنا دیا۔ ایک ہی واقعہ آپ سے عرض کرتا ہوں،

حضرت امیر المومنین فتح بیت المقدس کے موقع پر جب بیت المقدس داخل ہو رہے تھے۔ امراء و حکام بیشمار لوگ استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ خود اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے اور غلام اونٹ پر سوار تھے۔ لوگوں نے پوچھا کون سا امیر ہے؟ بتایا کہ جو مہار پکڑے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اتفاق

سے اسوقت غلام کے سوار ہونے کی باری تھی۔ لوگ دیکھ کر حیران ہوئے عدل اسلامی کو دیکھ کر۔ یہ ہے اسلام کی غلامی کہ امیر المومنین فاتحانہ حیثیت سے اسطرح داخل ہوئے۔

—— تو پہلے اس دفعہ کی ضرورت نہیں تھی اگر پھر بھی لانا تھی تو ہم چاہتے ہیں کہ اس طرح کہ خدا کا قانون منسوخ نہ ہو۔ اس کے لئے دو قید ضروری ہیں۔ "شخص" کو "شہری" سے بدل دیا جائے دوسرے اس دفعہ کو شریعت کی دی ہوئی اجازتوں کے تابع بنا دیا جائے۔ ہم خدا کے حکم کو منسوخ نہیں کر سکتے، خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور غلامی تو اب ہے بھی نہیں اس لئے اس دفعہ کے لانے کی ضرورت کیا ہے اگر لائی گئی تو یہ خدا کے قانون پر حملہ ہے۔ اس لئے یہ دو الفاظ بڑھائے جائیں تاکہ خدا کے قانون پر حملہ نہ ہو۔

اسلامی ترامیم کو مسترد کرنے کے نقصانات، اوقاف زکوٰۃ کی تنظیم۔ اسلامی قانون سازی کی ضمانت

۱۵ر مارچ ۱۹۷۳ء

پالیسی کے رہنما اصول کے تحت دفعہ ۳۱ ذیلی فقرہ ۲ کی شق میں زکوٰۃ اوقاف اور مساجد کی مناسب تنظیم کا ذکر ہے۔ میری ترمیم ۲۱ یہ ہے کہ یہ تنظیم اسلامی احکام اور شرعی قواعد کی تابع ہونا ضروری ہے۔ جناب محترم سپیکر صاحب حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ایوان بہت ہی معزز ایوان اور منتخب اراکین پر مشتمل ہے۔ یہ قوم کا خلاصہ ہے۔ ہمارے ملک کے صدر محترم جناب ذوالفقار علی بھٹو اور جناب وزیر قانون پیرزادہ صاحب نے اپنے متعدد بیانات میں یہ کہا کہ جو ترامیم حزب اختلاف کی جانب سے پیش ہونگی اگر وہ معقول ہوں، اسلامی ہوں، ہم ان پر غور کریں گے۔ تو اس امید اور جذبے کے ساتھ ہم یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہمیں ملک کو ایسا آئین دینا ہے جس میں ملک کی سالمیت، اسلام کا تحفظ اور ملک کے باشندوں کے حقوق کی حفاظت ہو مگر یہاں سب سے پہلے تو جب اسلام کی بات آتی ہے۔ تو کہہ دیا جاتا ہے کہ دفعہ ۲۲۷ کافی ہے۔ مزید ترامیم کی کیا ضرورت ہے۔ اور یہ ٹھیک ہے کہ اس دفعہ میں یہ ذکر ہے کہ قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی نہیں ہوگی اگر ہمیں جب اس کے مجوزہ طریق کار پر اطمینان نہیں ہے تو اس پر اعتماد کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اس کا فیصلہ آخر کیسے ہوگا کہ فلاں قانون کتاب وسنت کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ اس کی ضمانت کی صورت یہ اختیار کی گئی ہے۔ کہ ایوان یا صدر یا گورنر اس قانون کو اسلامی کونسل کے پاس بھیجے گا۔ وہ چاہے اس پر جلدی غور کرے یا نہ کرے مگر حکومت، اگر مفاد عامہ کے نام پر ضروری سمجھتی ہے تو قانون پہلے سے بنا سکتی ہے۔ پھر اگر کونسل نے مشورہ دے بھی دیا کہ اسلام کے خلاف ہے۔ تو ایوان اس کا پابند نہیں ہوگا۔ بلکہ دوبارہ غور کرے گا۔

اس پر پابندی لازمی نہیں۔ پھر وہاں کونسل میں علماء کی اکثریت کا امکان نہیں اور ایوان کی اکثریت اگر نہ چاہے تو کونسل میں پہنچ ہی نہیں سکتا۔ تو اس طریق کار کے ہوتے ہوئے ہم کس طرح مطمئن ہو سکتے ہیں کہ قانون سازی کتاب وسنت کے مطابق ہوگی۔ اس خدشے کی بناء پر ہم جہاں جہاں بھی کوئی ایسی بات آتی ہے کہ اسلام کا تحفظ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہم ترامیم پیش کرتے ہیں اور کھڑے ہو کر اسلام کا تحفظ کرانا چاہتے ہیں۔ اور جب سرکاری مذہب اسلام ہے تو یہاں ہر چیز کے ساتھ اسلام کی قید کیوں نہ لگائی جائے۔

یہاں بھی میری ترمیم اس قسم کی ہے کہ زکوٰۃ اوقاف اور مساجد کا نظم شریعت کے تابع احکام اور قواعد کے مطابق ہونا چاہیئے۔ جن مساجد اور اوقاف کے نظم ونسق حکومت کے ہاتھ میں ہے۔ وہاں ایک ایک بلب کے لئے درخواستیں دی جاتی ہیں۔ مگر مسجدوں کی حالت ویران ہو جاتی ہے۔ اسلام میں اوقاف کا مستقل قانون اور نظام ہے مگر مسجد پر وقف کی گئی اموال مسجد ہی پر خرچ ہوں گی۔ تعلیم کے لئے وقف اموال تعلیم ہی پر خرچ کی جائیں گی۔ ہسپتالوں یا دیگر رفاہ عامہ کے کاموں میں بھی یہی اصول ہوگا۔ یعنی واقف کی نیت کے مطابق اسی مصرف پر اوقاف صرف ہوں گے۔ یہ نہیں کہ اوقاف کی آمدنی لیکر اسے امریکہ اور برطانیہ کے تعلیمی وظائف، پر خرچ کر دیا جائے۔ یا اسے ثقافتی امور پر لگا دیا جائے، اور ہسپتالوں اور دینی اداروں کی حالت یہ ہے کہ کوڑی کوڑی کے لئے ترستے ہیں۔ اس لئے یہاں شرعی قواعد کے مطابق کے الفاظ بڑھانے ضروری ہیں امید ہے اتنی سی بات سے ایوان ناراض نہیں ہوگا اور اسے منظور کر لیا جائے گا۔

دیکھئے قوم آئین چاہتی ہے۔ اور ہمیں وہ آئین بنانا چاہیئے جو قوم کی امنگوں کے مطابق ہو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ خدانخواستہ ہم مورد عذاب بن جائیں گے۔

ہماری ایسی ترمیمات آئین سازی میں روڑے اٹکانا نہیں بلکہ بعض دفعات کے کچھ اجزاء کو بڑھانا ہے مقصد صرف یہ ہے کہ ایسا آئین تیار ہو جو سب کے نزدیک مسلم ہو اور اگر اس میں کچھ وقت زیادہ بھی گذر جائے تو حرج نہیں، کیونکہ جب ۲۶ برس تک ملک بے آئین رہا تو مہینہ دو مہینہ غور و فکر اور باہمی مفاہمت کے لئے بڑھ بھی جائے تو کیا حرج ہے۔

افسوس کہ ہم مغربی جمہوریت کے ہاتھوں بے بس اور مجبور ہیں کہ نہ دفعہ کا مطلب اور مقصد معلوم ہوتا ہے نہ اس کی اہمیت اور ضرورت کا احساس حالانکہ ایک ایک ترمیم کے ساتھ ایوان کے اس سلوک سے آئندہ قوم پہ کیا کچھ گذرے گی۔ ہم آنکھیں بند کر کے ہاتھ اٹھا دیتے ہیں تو گویا

ہم نے قوم کو چھری سے ذبح کر دیا۔ ایک ایک دفعہ ۶ کروڑ مسلمانوں کیلئے ہم بنا رہے ہیں اگر کسی دفعہ میں مذہب، مال وجان اور قوم کی جائداد کے تحفظ کے لئے کوئی ترمیم آتی ہے، آپ اسے بغیر سمجھے مسترد کر دیتے ہیں تو لاکھوں کروڑوں آدمی اس کی زد میں آجاتے ہیں۔ اس لئے ایک ایک دفعہ کو پورے غور سے سمجھئے اسے اسلام کے مطابق بنائیے، پھر اس پر سوچ سمجھ کر رائے دیں اس میں نہ حزبِ اختلاف کی بات ہے نہ حزبِ اقتدار کی۔ سپیکر صاحب ہم سب کے لئے قابلِ احترام ہیں اُن سے بھی یہی اپیل ہے صدر صاحب سے بھی اور پیرزادہ صاحب سے بھی جنہوں نے فرمایا ہے کہ ہم معقول ترامیم مانیں گے۔

سماجی، معاشی اور اخلاقی اصلاح، معروفات کا فروغ، منکرات کو مٹانا حکومت کا فریضہ ہے

میں نے پالیسی کے رہنما اصول میں کئی ترمیمات پیش کی ہیں، ترمیم نمبر ۳۳۱ یہ ہے کہ انصاف کے فروغ اور سماجی برائیوں کے خاتمہ کے لئے دفعہ نمبر ۳۹ کے ابتدائی الفاظ مملکت کوشش کرے گی کی بجائے یہ ہونا چاہیئے کہ مقتضیات اسلام کے مطابق مملکت کیلئے لازم ہوگا کہ ــــ الخ

دفعہ نمبر ۳۹ بہت سے الفاظ پر مشتمل ہے جو تمام ملک اور تمام قوم کی بھلائی کے لئے ضروری ہیں۔ اس لئے پہلا لفظ کہ مملکت کوشش کرے گی کو تبدیل کرنا ضروری ہے، اس لئے کہ کوشش تو آج تک جاری ہے، انگریزوں کے دور میں بھی تمام مسلمان خصوصاً علماء کوشش کر رہے ہیں۔ اور الحمدللہ کہ علماء کے ان مساعی کی وجہ سے کم از کم عقیدہ کے لحاظ سے تو مسلمان ان چیزوں ــــ (مثلاً عصمت فروشی، قمار، فحاشی، شراب وغیرہ) کو بُرا سمجھتے ہیں، اور اب یہ ایک اسلامی اور فلاحی مملکت ہے تو جن چیزوں کے لئے ملک کے قیام سے پہلے صرف کوششوں پر اکتفاء کیا جا رہا تھا، اب حکومت اور اقتدار کے بعد بھی اگر کوششوں ہی پر دارومدار کیا جائے تو غلامی اور دورِ حکومت میں کوئی فرق نہیں رہے گا، ہمارے پاس جب فوج ہے پولیس ہے قانون ہے عدالتیں ہیں جو چاہیں سزا دے سکتے ہیں۔ اگر صدر ایک آرڈیننس جاری کر دے تو منٹوں میں سارا ملک اس کی تعمیل کرتا ہے۔ تو میری گذارش ہے۔ کہ کوشش پر اکتفاء نہ کیا جائے کوشش تو جتنے مسلمان ہیں اپنی حد تک برائیوں کے خلاف کرتے ہیں، وہ کون مسلمان ہوگا جو یہ نہ سمجھے گا کہ جوا زنا قتل شراب نوشی مسلمان کے شایانِ شان نہیں۔ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ۔

اس طرح انصاف اور لوگوں کو ان کے حقوق پہنچانے کی کوششیں بھی انفرادی ہوتی ہیں ــــ اور

الحمد للہ کہ وہ کوششیں جو منبر و محراب پر ہو رہی ہیں کسی نہ کسی درجے میں کامیاب ہو رہی ہیں ورنہ پاکستان ہی نہ بنتا۔ ہمیں پاکستان اسی اسلامی نظریئے کی وجہ سے ہی ملا اور اگر اب بھی وہی حالت ہو کہ غلامی کے دور میں بھی صرف کوشش پر کفایت تھی اب بھی یہی حالت ہو تو یہ کسی اسلامی حکومت کی شان نہیں۔ اسلامی حکومت کے بارہ میں خدا کا ارشاد ہے: الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔

تو حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ ان باتوں کے لئے اپنی طاقت بھی استعمال کرے۔ اور جو کچھ ان دفعات میں ذکر ہے اس کی ضمانت دے اس لئے میں نے دوسری ترمیم ۲۴۵ پیش کی ہے۔ کہ مسودہ آئین کی دفعہ ۳۹ کے پیرا (ج) کی بجائے حسب ذیل درج کیا جائے کہ (یوم آغاز کے فوراً بعد) عصمت فروشی، قمار بازی اور مضر ادویات کے استعمال فحش ادب اور اشتہارات کی طباعت نشر و اشاعت اور نمائش کی مکمل روک تھام کرے۔

اسی طرح ترمیم ۳۵۰ ہے کہ یوم آغاز کے فوراً بعد نشہ آور مشروبات کے استعمال کو مکمل طور پر بند کر دے۔

اس لئے حکومت اس بات کی ضمانت دے کہ جو کچھ ان دفعات میں ذکر ہے اس کا نفاذ دستور نافذ ہونے کے فوراً بعد ہوگا صرف کوشش تو ہم بھی کرتے ہیں عوام بھی کرتے ہیں۔ مگر ہمارے پاس طاقت نہیں، حکومت کو اپنے اوپر یہ لازم کر لینا چاہیئے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ اسلامی حکومت کیسا بہتر ماحول پیدا کرتی ہے۔ اس لئے وزیر قانون اور حکومت سے ضمانت دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔

میری تیسری ترمیم ۳۵۵ یہ ہے کہ دفعہ ۳۹ میں حسب ذیل نئی دفعات شامل کی جائیں یعنی

(ج) ملک میں مروجہ نظام و نصاب تعلیم کے ہر شعبہ کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرے

(د) قومی اور علاقائی زبانوں کے ساتھ ساتھ عربی زبان کو مسلمانوں کی مشترک دینی زبان کی حیثیت سے فروغ دے۔

(ڈ) تمام معروفات کو فروغ دے اور تمام منکرات کو مٹائے۔

محترم سپیکر صاحب حقیقت یہ ہے کہ ۲۶ برس ہوئے کہ انگریز جا چکا ہے مگر مغربی تہذیب مغربی تمدن انگریزی طور طریقہ سب اس ملک میں اسی طرح موجود ہیں یہ ساری برکت اس نظام تعلیم کی ہے جو انگریزوں نے ہم پر مسلط کیا۔ اس کی وجہ سے ذہنیت بدل چکی ہے تعلیم

سے ذہن بنتا ہے تو وہی ذہنیتیں بنتی ہیں جو انگریزی نصاب کی وجہ سے ہمیں ملتا ہے۔ اس لئے نصاب تعلیم اور نظامِ تعلیم اور تعلیم کے ہر شعبے کو اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کیا جائے۔

دوسری بات عربی کے فروغ کی ہے۔ آج بھی ہم ہزاروں میل دور ایک عیسائی اور انگریز قوم کی زبان انگریزی مسلط ہے جس نے ہمیں غاصبانہ طریقے سے غلام بنائے رکھا۔ ہمارے دین، اخلاق تمدن کو تباہ کر دیا۔ تو عربی جو خدا کی وحی کی زبان ہے، رسول کی زبان ہے اور کروڑوں مسلمان بھائیوں کی زبان ہے۔ اس کے فروغ کا ذمہ لینا بھی ضروری ہے۔

اسی طرح تیسری بات ہے کہ تمام معروفات کو فروغ دیا جائے اور تمام منکرات کو مٹایا جائے یہ بھی اسلامی حکومت کا فریضہ ہوتا ہے

محترم سپیکر صاحب! یہاں دفعہ ۳۹ میں ایک بات یہ بھی ہے کہ بچوں اور عورتوں کو ایسے پیشوں پر مامور نہ کیا جاوے جو ان کی عمر یا جنس کے لئے نامناسب ہوں۔ تو اس سے ہماری ان ترمیمات کی تائید ہوتی ہے، جو ہم نے دفعہ ۳۶ میں پیش کی تھیں جہاں کہا گیا ہے کہ قومی زندگی کے تمام شعبوں میں عورتوں کی مکمل شمولیت یقینی بنائی جائے گی۔ تو یہ ایک واضح تناقض ہے۔ اور اس دفعہ ۳۹ سے ہماری تائید ہو گئی وہاں تو تمام شعبوں میں عورتوں کو مکمل مساویانہ حیثیت دی گئی اور یہاں یہ کہا گیا کہ بچوں اور عورتوں کو بعض ایسے پیشوں پر مامور نہ کیا جاوے گا۔ تو اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بعض شعبے ایسے بھی ہیں جو عورتوں کے لئے مناسب نہیں۔ تو عورتوں کو کلی طور پر مساویانہ حصہ دینا فطرت سے مقابلہ ہے اگر ایسا رہا تو کل مرد بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہم مہر دیتے ہیں نان و نفقہ دیتے ہیں عورتیں بھی اس میں مساوی شریک ہو جائیں اور عورتیں ہمیں ایک سال نان و نفقہ دیں، مہر دیں اور عورتیں آگے چل کر کہیں کہ مرد بھی بچے جننے میں ہمارے ساتھ شریک ہوں تو اس لئے یہ تناقض رفع کیا جائے اور وہ اس طرح کہ دفعہ ۳۶ کی دی گئی کلی مساوات ختم کی جائے فرق مراتب ہر لحاظ سے ضروری ہے ——— (۱۵ مارچ ۱۹۷۳ء)

اقتصادیات کو غیر سودی بنیادوں پر اسلامی اصولوں کے مطابق تبدیل کیا جائے۔

جناب سپیکر صاحب! پالیسی کے رہنما اصولوں کی دفعہ ۴۰ کے پیراگراف (ف) میں ہے کہ مملکت کوشش کرے گی کہ ربا کو جتنی جلد ممکن ہو ختم کرے۔

میری ترمیم یہ ہے کہ مقتضیات اسلام کے مطابق مملکت کو لازم ہو گا کہ (ف) ربوا کو زائد

سے زائد تین سال میں ختم کرے اور اس کے لئے ماہرین شریعت و اقتصادیات کی ایک کمیٹی ترتیب دے جو موجودہ بنکنگ سسٹم کو غیر سودی بنیادوں پر اسلامی اصول کے مطابق تبدیل کردے۔

موجودہ حکومت عوامی حکومت ہے، اکتناز دولت اور ہر قسم کے استحصال کو روکنا چاہتی ہے۔

ایک دن بھی سودی نظام ہو تو اکتناز دولت اور ظالمانہ سرمایہ داری کا سسٹم ختم نہیں ہوگا جسے ہم ختم کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ خدا کی طرف سے اعلان ہے کہ جہاں پر سود کا معاملہ ہوگا خدا کی طرف سے وہاں اعلان جنگ ہے۔ ہم سب پاکستان کی سالمیت اور بقاء چاہتے ہیں۔ اپنی حفاظت چاہتے ہیں، خدا ہمیں اپنی حفاظت اور سلامتی میں رکھے۔ خدا کے مقابلہ کی طاقت کس میں ہے۔ جو سودی نظام نہ بدلا گیا تو خدا کی طرف سے عذاب کا خطرہ رہے گا۔ جلد از جلد ختم کرنے کا لفظ تو ہے لیکن ختم کرنے کی مدت متعین ہونی چاہیئے اور تین سال میں ہم ایک ماہر کمیٹی کی نگرانی میں سودی سسٹم ختم کرسکتے ہیں اور اس لعنت سے نجات پاسکتے ہیں۔ (۱۵ مارچ ۱۹۷۳ء)

صدر مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے۔

دفعہ ۴۲ میں مولانا عبدالحق کی ترمیم نمبر ۱۹۱ یہ تھی کہ صدر کم از کم چالیس سال کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے۔ اس پر آپ نے تقریر فرماتے ہوئے کہا:

صدر محترم! میں اپنی ان ترمیموں پر مختصر اً عرض کروں گا۔ یہ اسلامی مملکت ہے۔ خدا کرے کہ یہ مکمل اسلامی بن جائے۔ اسلامی مملکت کے معنی یہ ہیں کہ جس کا نظام ملکی اور ملی اور بیرونی سب کا سب شریعت کے مطابق ہو۔ پیغمبر اللہ کا خلیفہ ہوتا ہے اور پیغمبر کا نائب خلیفہ یا امیر ہوتا ہے تو امیر تمام ملک کا گویا نگران ہے۔ فوج کا وہی نگران ہوگا اور اس طریقہ سے آئین کا بھی وہی نگران ہوگا اور ملک کے اندرونی فتنہ و فساد دور کرنے کے لئے بھی وہی ذمہ دار ہوگا تو امیر کی ایک مرکزی حیثیت ہے ملک اور بیرون ملک معاہدات کرانا، صلح کرانا یا کسی کے ساتھ شرائط طے کرنا وغیرہ امور میں اسلامی قوانین کے تحت اور اسلامی نظام شریعت کے تحت اسکو تمام کاموں کی نگرانی کرنا پڑتی ہے۔ اس لئے یہاں اس ترمیم میں میں نے ایک قید یہ لگا دی ہے کہ وہ ۴۵ سال کی بجائے کم از کم چالیس سال کا ہو حقیقت یہ ہے کہ ہم نے جو چالیس سال کی قید لگا دی ہے وہ اس لئے کہ پیغمبروں کو نبوت بھی چالیس سال میں ہی ملی ہے۔ بچپن کے زمانے میں کھانے پینے کا شوق ہوتا ہے۔ جوانی میں غصے کا غلبہ ہوتا ہے۔ چالیس سال کا عرصہ ایسا ہے کہ جس میں وہ تجربہ کار اور پختہ عقل متحمل مزاج اور مدبر ہو جاتا ہے تو ایسی صورت

میں جبکہ انبیاء علیہم السلام کو ۴۰ سال میں نبوت ملی تو جو اس کا قائم مقام ہو اس کے لئے بھی ۴۰ سال ہی کافی ہیں۔ ۴۵ سال کی قید لگانا مناسب نہیں تاکہ جو لوگ اس کے اہل ہیں وہ انتخاب بھی لڑ سکیں۔

ترمیم کی دوسری قید کے بارہ میں عرض کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ صدر مملکت مسلمان مرد ہو۔ مسلمان کی قید ضروری ہے۔ اس لئے کہ جب ملک اسلامی ہے تو اسلامی ملک میں اسلامی شریعت کا نافذ کرنیوالا، اسلامی قوانین کا نافذ کرنے والا، اسلامی قوانین کو جاری کرنے والا صدر وہ شخص ہونا چاہئے جو ان قوانین پر ایمان رکھتا ہو اور اگر وہ اس پر عقیدہ نہ رکھتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ یہ چیزیں نعوذ باللہ صحیح نہیں ہیں۔ تو وہ پیغمبر کا جانشین کیسے ہو سکتا ہے اور ان چیزوں کا نفاذ کیسے کر سکتا ہے۔ اور مسلمان تب ہی ہو گا جب ان چیزوں کو صحیح جانے اور صحیح جاننے کے بعد پھر ان کو نافذ کرے ایک چیز اور باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ امیر مملکت ایسا شخص ہو گا جو مرکز شجاعت ہو جو کہ بھارت کا مقابلہ کر سکے جو کہ دوسرے موقعوں پر کافروں کا مقابلہ کر سکے۔ لاکھوں فوجیوں کو داد شجاعت دے سکے مورچوں پر بھی موقع پر جا سکے تو وہ شخص ظاہر بات ہے کہ صنف نازک سے نہیں ہو سکتا بلکہ مرد میں یہ صلاحیتیں پائی جا سکتی ہیں۔

مسٹر سپیکر:- مولانا یہ ترمیم نہیں ہے۔

مولانا عبدالحق:- تو ظاہر بات ہے کہ مرکز شجاعت خدا نے مردوں کو بنایا ہے۔ کل ایک محترمہ نے تجویز پیش کی ہے۔ کہ خواتین کے لئے ہر شعبہ میں حصہ ہونا چاہئے یہاں تک کہ افواج میں بھی تو میں کہتا ہوں آج ہماری ۹۳ ہزار فوج کافروں کے قبضہ میں ہے۔ خدانخواستہ اگر یہ عورتیں ہوتیں تو آج ایسی فوج کا کیا حشر ہوتا اور ہمارے لئے کتنی بدنامی ہوتی ہمارے لئے دنیا میں رہنے کی صورت ہی نہ ہوتی۔ یہاں میں آپ کے سامنے ایک حدیث پیش کرتا ہوں۔ کسریٰ کی بیٹی جب تخت نشین ہوئی اور آنحضرت کو یہ بتایا گیا تو انہوں نے فرمایا: لن یفلح قوم ملکتھم امرأۃ (ہرگز نجات نہیں پا سکتی وہ قوم جس کی بادشاہ ایک عورت ہو) چنانچہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس کو شکست ہوئی، برطانیہ کی حکومت اتنی عظیم تھی کہ جس میں آفتاب غروب نہیں ہوتا تھا، مگر جب سے ملکہ وکٹوریہ اور الزبتھ تخت نشین ہوئی تو سلطنت پر زوال آنے لگا اور بالآخر وہ ایک جزیرہ میں محصور ہو کر رہ گئی تو خدا نے مردوں کو جو شجاعت دی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ وہ صنف نازک کو عطا نہیں ہوئی اور وہ کسی طرح بھی ان ذمہ داریوں کو پورا نہیں کر سکتا۔ (۱۲ مارچ ۱۹۷۳ء)

★

صدر اور وزیر اعظم کے اختیارات

مسودہ آئین کی دفعہ ۱۵۰ کی شق کے آخر میں آپ نے اپنی ترمیم نمبر ۵۰ میں کہا تھا کہ (الا یہ کہ صدر آئین کے احکام کے سلسلہ میں وزیر اعظم سے محاسبہ کر سکے گا) اس پر تقریر کرتے ہوئے آپ نے کہا:

صدر محترم! میں نے جو ترمیم پیش کی ہے اصل میں دو شخصیات ہیں۔ ایک ہے وزیر اعظم اور ایک ہے صدر، تو اس میں کوئی شک نہیں کہ ان پابندیوں کے لگانے سے یہ فائدہ ہوا کہ صدر ڈکٹیٹر نہیں بنے گا۔

تو اسوقت یہ بات تو ہوتی کہ صدر ڈکٹیٹر نہیں بنے گا اس لئے کہ جو کچھ وزیر اعظم فرمائیں گے اس کے مطابق اسے عمل کرنا ہے (بہاں) مگر الفاظ جو استعمال کئے گئے ہیں مشورہ کے، تو ایک ہے سفارش اور ایک ہے حکم، مشورے کے متعلق عام کتابوں میں لکھا ہے کہ مشورہ کی پابندی لازمی نہیں ہوتی، سفارش کی تعمیل ضروری نہیں ہوتی میرے خیال میں یہ جو ایک لفظ کا جھگڑا ہے تو بجائے مشورہ کے اگر یہ کر دیں کہ وزیر اعظم کے احکام کا تابع ہو تا کہ ہم پہ کوئی یہ اعتراض نہ کرے کہ مشورہ بھی اور پابندی بھی یہ اجتماع ضدین ہے تو غرض یہ کرنا ہے کہ سربراہ مملکت ڈکٹیٹر نہیں بن سکے گا، لیکن اسکو اگر ہم وزیر اعظم کے ہر مشورے کا پابند بنائیں گے۔ تو اس میں ضروری بات ہے کہ وزیر اعظم جو ایک پارٹی کا منتخب کیا ہوگا، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ وزیر اعظم بہت ہی اچھے اخلاق اور کردار کا ہوگا۔ لیکن لازماً اور طبعاً وہ اپنی پارٹی کے مفاد کا محافظ اور اسکی بہبود اور ترقی و استحکام کیلئے کوشاں ہوگا۔ اب اگر صدر سربراہ مملکت غیر جانبدار ہو اور اسے چاہئے کہ تمام مملکت کی نگرانی کرے اور تمام آئین کی نگرانی کرے تو اگر ہم صدر مملکت کو وزیر اعظم کے ہر مشورے کا پابند بنائیں گے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ملک میں جو دو عہدے ہیں وزیر اعظم اور صدر مملکت دونوں ایک پارٹی کے حقوق کے محافظ ہونگے اور ملک کے جو دوسرے باشندے ہیں ان کے حقوق تلف ہو جائیں گے، صدر غیر جانبدار ہونا چاہئے۔ عہدہ صدارت کیلئے اتنے اختیارات صحیح دیدیتے ہیں کہ وہ ہر قسم کی سزاؤں میں تخفیف کر سکتا ہے۔ یہاں تک کہ حدود و قصاص میں بھی۔ اور ہماری تمام ترمیمیں اس سلسلے میں مسترد ہو گئی ہیں۔ اس لئے کہ اسکی صدر کی حیثیت باقی رہے تو جب وہ ہم دیتے ہیں باوجود اس کے کہ دوسرے ملکوں میں صدر کو یہ اختیارات اس لئے دیئے گئے ہیں کہ غیر مسلم ممالک کا اپنا آئین ہے اور

صدر کو اختیار ہے کہ وہ اپنے اس قانون کے مطابق عمل کرے، لیکن ہمارا ملک اسلامی ہے، ہمارا آئین اسلامی ہے۔ یہاں بالادستی خدا اور خدا کے رسول کو ہے۔ تو صدر کو اس میں ہم اختیارات دیتے ہیں۔ لیکن اتنے اختیارات کہ خدا اور رسول کے احکام کو بھی بدل دیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ مگر بطور طاقت واکثریت کے وہ دفعہ تو منظور ہو گئی لیکن یہاں پر ہم اس کو اس قدر پابند بناتے ہیں کہ وہ وزیراعظم کے مشورے کا پابند ہو گا، یہ کیسا تضاد ہے، اتنی غرض ہے میری ترمیم کی کہ چونکہ صدر جو ہے وہ آئین کا محافظ ہے، وزیراعظم اگر آئین کی خلاف ورزی کرے تو کم از کم صدر کو آئین کے تحفظ کی خاطر وزیراعظم سے پوچھنا چاہئیے تاکہ یہ کہا جائے کہ اب اگر پارٹی کا وزیراعظم پارٹی کے مفاد کا محافظ ہے تو ہم یہ اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ تمام ملک کے حقوق کا محافظ صدر مملکت ہے جو کسی سیاسی پارٹی سے وابستہ نہیں ہو گا کہ اس کو وہ اختیارات دیدیئے گئے ہیں کہ جو آئین کی نگرانی کی خاطر وزیراعظم پر کچھ پابندی لگا سکتا ہے۔ باقی دوسری بات کہ وزیراعظم کا دستخط صدر کے ہر حکم پر ضروری ہے۔ تو صدر کو حاصل حقوق کی بناء پر اسے بھی حذف کیا جائے۔ (۱۹ر مارچ ۷۳ء)

دین سے انحراف اور اعتقادی خرابی کی وجہ سے بھی صدر کو برطرف کرنا چاہئیے

مولانا عبدالحق :- جناب والا! صدر کا عہدہ بڑا اہم ہوتا ہے وہ تمام ملک کا ذمہ دار اور نگران ہوتا ہے۔ اس میں جب یہ کہا گیا ہے کہ جسمانی یا دماغی نااہلیت کی بناء پر اسے الگ کیا جا سکتا ہے۔ تو میری گذارش یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایک لفظ اعتقاد کی خرابی بھی آجائے اور صدر کے حلف اٹھانے میں جن اعتقادات کا ذکر ہے ان اعتقادات کو چھوڑ دینے کی صورت میں بھی اسے الگ کیا جانا چاہئیے۔ گویا اس صورت میں بھی اسکو مستعفی ہونا پڑے گا یا اسے نااہل قرار دیا جائے گا۔ تو جسمانی و دماغی بیماریوں کے علاوہ اگر اعتقادی امور حلف نامہ میں موجود ہیں۔ اس کے خلاف اگر کوئی باتیں پائی جائیں تو اسکو الگ کر دیا جائے گا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی :- حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے جو ترمیم فرمائی ہے۔

مسٹر سپیکر :- تقریر فرمائی ہے، ترمیم کوئی نہیں ہے۔ (حالانکہ یہ ترمیم ۱۹۲ تھی)

مولانا غلام غوث ہزاروی :- انہوں نے جو تقریر فرمائی ہے کہ صدر کے لئے جہاں اور شرائط ہیں وہاں اعتقادی خرابی کی بھی شرط لگا دینی چاہئیے۔ تو میں اسکی تائید کرتا ہوں، غرض یہ ہے کہ جب صدر کے منصب کے لئے اسکو صدر بنانے کے لئے جس حلف کی ضرورت ہے اس

حلف میں جو باتیں ہیں اس سے جب وہ مکر جائے اگر وہ غلطی کر جاتا ہے اسلامی اعتقادات کے خلاف کرتا ہے تو اس حلف کا فائدہ کیا ہوا اس کے علاوہ مسلمان کی شرط کا کیا ایسا ہی اصول ہے۔ اب میری عرض ہے کہ نااہلیت کے لئے جب چند اور چیزیں مثلاً جسمانی و دماغی خرابی ہیں اسی طرح اعتقادی خرابی جو حلف میں مذکور ہے اس کے خلاف کوئی عام بات اور نہیں کرتا جو حلف میں مذکور ہے۔ جو شرائط صدر میں داخل ہے۔ اگر اسکی خلاف ورزی ہو تو اس میں وہ بھی شامل ہونا چاہئے۔

مولانا عبدالحق کی یہ تقریر ان کی ترمیم ۹۴۸ ، ۹۵۵ پر تھی جس میں دفعہ ۵۰ کی شق میں ترمیم پیش کی گئی تھی کہ جسمانی دماغی نااہلیت کے علاوہ حلف میں دئیے گئے معتقدات بدل دینے یا نظریہ پاکستان اسلام کی مخالفت میں شہرت پا لینے پر بھی برطرف کیا جا سکے گا۔ (۱۹ مارچ ۱۹۷۳ء)

سینیٹ کا چیئرمین قومی اسمبلی کا سپیکر کا مسلمان ہونا ضروری ہے

دفعہ ۵۲ میں صدر کی برطرفی یا وفات کی صورت میں سینیٹ کے چیئرمین یا سپیکر کا بطور قائم مقام صدر کے کام کرنے کا ذکر ہے۔ مولانا عبدالحق مدظلہ کی ترمیم ۵۲۷ میں کہا گیا تھا کہ اس صورت میں دونوں عہدوں کو مسلمان ہونے سے مشروط کیا جائے اس پر آپ نے تحریک کرتے ہوئے فرمایا:

میری ترمیم اس دفعہ میں یہ ہے کہ صدر کا عہدہ جبکہ صدر وفات پا جائے یا مستعفی ہو یا برطرفی کی وجہ سے خالی ہو جائے تو اسکی جگہ پر قومی اسمبلی کا سپیکر یا چیئرمین اس کا قائم مقام ہوگا، اس میں ترمیم استدعا ہے کہ اگر صدر کا عہدہ صدر کی وفات، استعفیٰ یا برطرفی کی وجہ سے خالی ہو جاتا ہے یا وہ صدر کے عہدے کے فرائض انجام دینے سے قاصر ہے تو قومی اسمبلی کے سپیکر کا مسلمان ہونا ضروری ہوگا تاکہ وہ قائم مقام صدر ہو سکے۔

جناب والا! اس میں صرف اتنی عرض ہے کہ صدر کا عہدہ چونکہ بہت ہی اونچا عہدہ ہوتا ہے۔ وہ سربراہ مملکت ہے تو اس کے لئے جبکہ ملک بھی اسلامی ہے۔ آئین بھی اسلامی ہے، اور اس سے پہلے یہ بات منظور ہو چکی ہے کہ صدر جو ہوگا وہ مسلمان ہوگا۔ اب چونکہ صدر کی غیر موجودگی یا مستعفی ہونے کی صورت میں چیئرمین یا سپیکر قومی اسمبلی اس کا قائم مقام ہوگا تو ظاہر بات ہے کہ یہ اس عرصہ میں صدارت کے فرائض انجام دے گا۔ اب جس طریقے سے صدر کے لئے اس آئین میں مسلمان ہونے کی شرط ہے، اسی طریقے سے چیئرمین کے لئے بھی اور سپیکر قومی اسمبلی کیلئے بھی مسلمان ہونا شرط ہے۔ کیونکہ وہ تو وہی احکام جاری کرے گا، وہی کام کرے گا جو صدر کرتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ساتھ "مسلمان" پڑھا جائے۔ ۱۹۵۶ء کے دستور میں یہ چیز تھی۔

مسلمان ہونے کی قید نہیں تھی اسوقت کی حکومت نے یہ کہا کہ ہمیں یہ منظور نہیں ہے کہ جب تک کہ سپیکر جو قائم مقام صدر ہے کسی وقت چیئرمین جو صدر بن جاتا ہے جیسے صدر کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔ اسی طریقے سے سپیکر اور چیئرمین کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

جناب سپیکر :۔ مولانا صاحب! میں آپ کو یہ مشورہ دوں گا کہ جب وہ آرٹیکل سپیکر کے متعلق اور چیئرمین سینیٹ کے متعلق آئیگا تو اس میں آپ ترمیم دیں کہ وہ مسلمان ہونا چاہئے۔ اس کا اطلاق ادھر خود بخود ہو جائیگا اور اس موقع پر جو ترمیم آپ نے دی ہے وہ گر جائے گی اور اس وقت آپ کچھ نہیں کہہ سکیں گے آپ یہ سوچ لیں۔

جناب خورشید حسن میر :۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر غیر مسلم بھی سپیکر ہو تو وہ ایکٹنگ صدر ہو پہلے وہ مسلمان ہو جائے اسی طرح سینیٹ کا چیئرمین اگر ایکٹنگ چیئرمین ہو تو وہ پہلے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرے۔

جناب سپیکر :۔ انہوں نے ترمیم واپس لے لی ہے۔

دوسرے دن ریڈیو اور اخبارات میں بھی "واپس لینے" کا ذکر آیا تو مولانا عبدالحق نے تحریک استحقاق اٹھا کر کہا کہ میں نے کبھی بھی بحیثیت ایک عالم دین کے اپنی ترمیم واپس نہیں لوں گا نہ میں نے کوئی ترمیم واپس لی ہے، البتہ یہ ترمیم سپیکر کے مشورہ پر ملتوی کر دی ہے تاکہ دوسری متعلقہ دفعہ میں اس پر بحث ہو سکے سپیکر صاحب نے اس تحریک استحقاق سے اتفاق کرتے ہوئے ریکارڈ درست کرنے کی ہدایت کی۔

دفعہ ۵۶ میں قومی اسمبلی کے اراکین میں سے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر منتخب کرنے کا ذکر ہے مولانا مدظلہ نے اپنی ترمیم میں کہا تھا کہ یہاں بھی اراکین کی بجائے "مسلمان اراکین میں سے" کر دیا جائے تاکہ غیر مسلم سپیکر نہ ہو سکے۔

مولانا عبدالحق :۔ جناب سپیکر صاحب۔

مسٹر سپیکر :۔ آپ کیا چاہتے ہیں سارے ممبر مسلمان ہوں۔

مولانا عبدالحق :۔ اسپیکر، ڈپٹی سپیکر یا چیئرمین یا صدر کی بجائے جب کہ صدر غیر حاضر ہو کسی دوسرے ملک میں تشریف لے جائیں یا فرض کیجئے عہدے سے معزول ہو جائے تو اس وقت اس کی بجائے چیئرمین یا سپیکر قائم مقام ہوں گے چونکہ صدر کے لئے مسلمان کی شرط لگادی ہے تو جو ان کا قائم مقام ہوگا ان کے لئے بھی یہ شرط لگانا ضروری ہے۔ اس لئے جن معزز اراکین

میں سے سپیکر یا چیئرمین منتخب کیا جائے ان کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

مسٹر سپیکر :- اچھا ٹھیک ہے (مگر ترمیم مسترد کر دی گئی۔) (۱۶ مارچ ۱۹۷۳ء)

آرڈیننس نافذ کرانے کا حق قرآن و سنت سے مشروط کرنا چاہیے

مسودہ دستور کی دفعہ ۹۲ میں صدر یا وفاقی حکومت کو بوقت ضرورت آرڈیننس جاری کرنے کا ذکر ہے۔ مولانا عبدالحق نے اس میں یہ ترمیم پیش کی تھی کہ بشرطیکہ ایسا آرڈیننس قرآن و سنت کا نقیض نہ ہو۔ اپنی ترمیم پر تقریر کرتے ہوئے مولانا مدظلہٗ نے فرمایا :

صدر محترم ! دفعہ ۹۲ یہ ہے کہ وفاقی حکومت جب کہ قومی اسمبلی کا اجلاس نہ ہو رہا ہو آرڈیننس جاری کر سکے گی، یہ آرڈیننس پارلیمانی ایکٹ کے برابر قوت اور تاثیر رکھتا ہے۔ تو اگر آرڈیننس کے اجراء کے وقت اس کا قرآن و سنت کے مطابق ہونے کی پابندی نہ لگائی جائے تو قرآن و سنت کے خلاف قانون سازی کا موقع نکل آئے گا۔ جبکہ یہ بھی معلوم نہ ہو کہ اجلاس کب ہوگا اور کب وہ اسے بل کی شکل میں سامنے لائے گا۔ گویا یہ دفعہ اس دفعہ کے خلاف ہے جس میں قرآن و سنت کے مطابق قانون سازی کا ذکر ہے اب تک تو ہوا یہ ہے کہ جتنے بھی آرڈیننس جاری ہوئے اسمبلی اسے قانونی شکل دیدیتی ہے تو اگر کوئی آرڈیننس قرآن و سنت کے خلاف نافذ کیا گیا تو وہ کالعدم ہونا چاہیے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ پہلے خلیفہ ہیں، جب خلیفہ ہوئے تو پہلا خطبہ جو دیا اس میں یہ اعلان کیا کہ تم میں سے جو مظلوم ہے وہ میرے نزدیک اس وقت تک طاقتور ہے جب تک کہ ظالم سے اس کا حق نہ دلا دوں اور جو ظالم ہے، اس وقت تک میرے نزدیک کمزور ہے جب تک کہ اس سے دوسرے کا حق لیکر حقدار کو واپس نہ دلا دوں اور فرمایا کہ جب تک میں قرآن و سنت کی پیروی کرتا رہوں تم میری اطاعت کرو میرا حکم مانا کرو اور اگر میں نے کسی حکم میں کتاب و سنت کی خلاف ورزی کی تو اسے مت سنو بلکہ مجھے سیدھے راستے پر لگاؤ تو اسلام کے پہلے خلیفہ نے اپنے احکام کو اسلام کے ساتھ پابند کر دیا۔

تو جب آرڈیننس نافذ ہو چار ماہ بعد معلوم نہیں اسمبلی کیا فیصلہ دے عام تجربہ یہ ہے کہ ایسے غیر اسلامی آرڈیننس کو بھی قانون کی شکل دیدی جاتی ہے جسطرح موجودہ آئین میں ۱۹۶۲ء سے پچھلے آرڈیننسوں اور صدر کے ایسے فرامین کو بھی تحفظ دیا گیا ہے کہ اسمبلی اس کے بارہ میں غور بھی نہیں کر سکتی جس میں عائلی قوانین جیسے رسوائے عالم قوانین کا آرڈیننس بھی شامل ہے۔ تو ہمیں ایسا کوئی دروازہ

ہی نہیں کھولنا چاہیئے جس سے کتاب وسنت کی خلاف ورزی ہوسکتی ہو تو اتنی قید لگانا ضروری ہے کہ بشرطیکہ ایسا آرڈیننس قرآن وسنت کا نقیض نہ ہو وفاقی حکومت اگر مجبوراً آرڈیننس جاری کرنا بھی چاہے تو اسلامی کونسل سے اسکی شرعی حیثیت معلوم کرائی جاسکتی ہے خدا کرے جیسا کہ ہم چاہتے ہیں اور دعویٰ بھی ہورہا ہے کہ ہمارا آئین کتاب وسنت کے مطابق ہو تو اس غرض سے یہ بات آرڈیننس جاری کرتے وقت بھی ملحوظ رکھی جائے۔　(۲۲ مارچ ۱۹۷۳ء)

سپیکر کا مسلمان ہونا ضروری ہے

میں کوئی اسلامی ترمیم ہرگز واپس نہیں لوں گا۔

۱۰ اپریل، ۱ بجکر دس منٹ

مولانا عبدالحق:۔ جناب میں ایک نکتہ استحقاق پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مسٹر سپیکر:۔ جی ہاں! فرمائیے۔

مولانا عبدالحق:۔ جناب کل عصر کے بعد دفعہ ۵۲ کے متعلق میں نے یہ ترمیم پیش کی تھی کہ صدر چونکہ مسلمان ہوتا ہے تو اس کا جو قائم مقام بنایا جائیگا جیسے اسپیکر یا چیئرمین تو اس کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے۔ آنجناب نے بھی یہ فرمایا تھا کہ اس چیز کو جب دفعہ ۵۶ میں اسپیکر کے انتخاب کا مسئلہ آئے تو اسوقت پیش کیا جائے۔ چنانچہ میں نے اسوقت پیش کیا یہ اور بات ہے کہ ووٹوں کی اکثریت سے میری ترمیم مسترد ہوگئی۔ لیکن میں نے اسکو واپس نہیں لیا۔ لیکن اخبارات میں کہا گیا ہے کہ مولانا عبدالحق نے اپنی ترمیم ۵۲ میں جو دی تھی وہ واپس لے لی ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلامی چیز جسکو ہم ضروری سمجھتے ہیں، ہم نے اس کو چھوڑ دیا۔ حاشا وکلا ہم کوئی اسلامی بات چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ چونکہ آنجناب نے مشورہ دیا تھا کہ اس وقت اس کا موقع نہیں جب اسپیکر کے انتخاب کا وقت آئے تو اس وقت یہ ترمیم پیش کی جائے یہ دوسری بات ہے کہ ووٹوں کی اکثریت سے وہ مسترد ہوگئی۔ لیکن میں نے اسکو واپس نہیں لیا۔ اس سے ملک میں یہ فضا پیدا ہوگئی کہ ہم نے کسی اسلامی مسئلہ کو چھوڑ دیا۔ اس لئے میں گذارش کرتا ہوں کہ اس کے بارے میں تدارک کیا جائے۔

مسٹر سپیکر:۔ میں آپ سے متفق ہوں کہ آپ نے اپنی ترمیم واپس نہیں لی تھی، لیکن میں نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ بجائے اسکے کہ آپ اس کو آرٹیکل ۵۲ پر پیش کریں۔ بہتر ہوگا کہ جب اسپیکر کا انتخاب ہو تو آپ پیش کریں۔ اور آپ نے وہاں پیش کیا تھا اور وہاں اس پہ ووٹنگ ہوئی اور ۵۵

مسترد ہو گئی۔ تو یہ اخبارات میں غلط آیا ہے کہ آپ نے واپس لے لی۔

مولانا عبدالحق :- اس سے یہ تاثر ہوگا کہ اسلامی چیز ہم نے واپس لے لی۔

مسٹر سپیکر :- لیکن آپ نے اس کو چھوڑا نہیں۔ اخبارات میں غلطی سے یہ آگیا ہے کہ آپ نے واپس لے لی۔ اس کو آپ نے پیش کیا ہے۔

مولانا مفتی محمود :- جناب والا اخبارات نے غلط تاثر دیا ہے کہ اسکو واپس لے لیا۔

مسٹر سپیکر :- میں نے اس کے متعلق کہا تھا کہ اس وقت آپ پیش نہ کریں اور جس وقت سپیکر کا الیکشن ہو وہاں پیش کریں۔

مولانا مفتی محمود :- لیکن اخبارات نے لکھا ہے کہ واپس لے لی۔

مسٹر سپیکر :- میں کہہ رہا ہوں کہ میں ان سے متفق ہوں جو کچھ اخبارات میں رپورٹ ہوا ہے وہ غلط ہے اسکی تصحیح ہو جانا چاہیے۔

غیر مسلموں کو کلیدی مناصب پر فائز کرنا ملکی مفاد کے خلاف ہے

قائم مقام صدر بن سکنے والا اسپیکر اور چیئرمین لازماً مسلمان ہونا چاہیئے

۱۰ اپریل گیارہ بجکر بیس منٹ

مولانا عبدالحق :- جناب اس آئین کی دوسری خواندگی باقی ہے۔ یہ ابھی بل کی شکل میں منظور نہیں ہوا ہے۔ ابھی ہمارے محترم وزیر قانون صاحب اس کے لئے سب کچھ کر سکتے ہیں میں نے جو اشکال پیش کی ہیں، وہ یہ ہیں کہ اسپیکر اور چیئرمین جو صدر کا قائم مقام بنایا جاتا ہے۔ اور غور کرنے کے بعد ضرور بنایا جائیگا تو اس کے لئے مسلمان کی شرط لگا دی جائے۔ چونکہ دوسری خواندگی باقی ہے اور ابھی یہ منظور نہیں ہوا ہے تو ہم کہہ سکیں گے کہ یہ اسلام کے خلاف نہیں ہے۔

مسٹر سپیکر :- دوسری خواندگی ابھی باقی تو ہے مگر ایک دفعہ جو ترمیم مسترد ہو جائے تو پھر وہ دوبارہ نہیں آسکتی۔ آپکا خیال یہ ہے کہ جو صدارت کا امیدوار ہو اسکے لئے مسلمان ہونا لازمی ہے یا وزیر اعظم کے لئے بھی مسلمان ہونا لازمی ہے۔ تو بعض موقعوں پر چیئرمین یا اسپیکر کو بھی عارضی طور پر صدارت کے عہدے پر فائز کرنا ضروری ہوگا خواہ وہ چیئرمین یا اسپیکر چند ہفتوں کے لئے ہو مگر وہ صدر رہے گا لیکن مستقل طور پر جو صدر منتخب ہوگا وہ مسلمان ہی ہوگا۔

مولانا عبدالحق :- گذارش یہ ہے کہ وہ ہر صورت میں مسلمان ہوگا مسلمان کے اوپر

ہمارا دینی لحاظ سے پورا اعتبار ہے۔ ان کا قائم مقام اگرچہ چند گھنٹوں کے لئے بھی کوئی غیر مسلم ہوگا تو وہ ہمارے رازوں کو دوسرے ملکوں میں پہنچا دے گا۔ اگر وہ پانچ منٹ کیلئے بھی ہوگا تو وہ ملک کے مفاد میں نہیں رہے گا۔

مسٹر سپیکر:۔ یہ اسمبلی میں پیش ہو چکی ہے۔ اب اسکو دوبارہ نہیں پیش کیا جاسکتا۔ آپ نے اس پر ترمیم بھی دی ہے اور آپ کی کوشش برابر ظاہر ہے اور آپ مسلسل کوشش کر رہے ہیں، اور اس پر اب تقریر کرنیکا فائدہ نہیں ہے۔

مولانا مفتی محمود:۔ سوال یہ ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ ہم پوری دیانتداری کے ساتھ اس آئین میں قوم کو مطمئن کر سکیں۔ جب ہم نے آئینی سمجھوتے میں وضاحت کے ساتھ یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ پاکستان کا صدر مسلمان ہوگا۔ اس کے بعد آئینی کمیٹی نے وزیر اعظم کے مسلمان ہونے کی شرط بھی منظور کرلی ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ صدر خواہ ایک دن کے لئے ہو چھ مہینے کے لئے ہو تین مہینے کے لئے ہو اس کے لئے مسلمان ہونے کی شرط لازمی ہے۔ اگر سپیکر یا چیئرمین کسی وقت بھی خواہ چند دن کے لئے اسکو صدر بنایا ہو تو اس کے لئے بھی وہ شرط لازمی ہے۔ جو صدر کے لئے ہونا چاہیئے۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ ترمیم ایسی نہیں ہے جو ایسی خطرناک ہو۔ اور جو انہیں قبول کرنے پہ آمادہ نہ کر سکے میں سمجھتا ہوں کہ اس ترمیم کو اگر اس ایوان میں پورے اتفاق کے ساتھ قبول کر لیا جائے تو اس سے وقار اور بڑھ جائے گا، کم نہیں ہوگا۔

مسٹر عبدالحفیظ پیرزادہ:۔ اس پر ایک فیصلہ تو ہوا ہے۔ نیشنل اسمبلی کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے سلسلے میں یہ ترمیم کہ مسلمان کا شرط ہونا چاہیئے، اس پر کافی بحث ہو چکی ہے، اب مزید گفتگو کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ووٹنگ کرانا چاہیں تو کرائیں، اصول طے ہو گیا ہے۔

مسٹر سپیکر:۔ جب سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے متعلق یہ ترمیم منظور نہیں ہو سکی تو　　میں چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کے متعلق ظاہر ہے کہ اس کا کیا اثر ہوگا۔

پارلیمنٹ کے ارکان دین اور دیانت میں ممتاز ہونے چاہئیں

—— ۲۰ر اپریل ۱۲ بجے دوپہر ——

مولانا عبدالحق:۔ جناب والا! میں نے ترمیم پیش کی ہے کہ پارلیمنٹ کا جو رکن ہو اس کا کردار [illegible] اخلاق اسکا تقویٰ، اسکی دیانتداری اس کا منصفانہ مزاج ہونا۔ معاملہ شناس ہونا اسلام کے بارے

میں اسکی بری شہرت نہ ہو۔ یہ خصوصیات بھی لگائی جائیں۔ اصل میں اس دفعہ میں ذیلی طور سے بہت سی چیزیں لگائی گئیں کہ ارکان میں ان کا ہونا ضروری ہے۔ اہلیت ہوگی۔ تو میں عرض کروں کہ یہ ادارہ جو ہے یعنی پارلیمنٹ جو ہے وہ تمام ملک میں بہت ہی اہم ادارہ ہے۔ اس ایوان کے جو اراکین ہیں یہ آئین بنانے والے، قانون بنانے والے اور ملک کے اندر عدل وانصاف قائم کرنے والے ادارے کے اراکین ہیں۔ اگر فرض کیجئے کہ اس ادارے کے اراکین باہر جاکر یا یہاں یہ قانون بنائیں کہ کسی کے حقوق کو غصب نہ کیا جائے۔ لیکن خود جو قانون بنانے والے ہیں یا ووٹ دینے والے ہیں۔ فرض کیجئے انہوں نے ہزاروں لوگوں کے حقوق کو غصب کیا ہو۔ وہ خود جبکہ حقوق کا غاصب ہے، وہ کس طرح یقین سے لوگوں سے یہ کہہ سکتا ہے کہ تم دوسروں کے حقوق کو واپس کردو۔ اگر وہ خود متقی نہیں ہے۔ خداترس نہیں ہے، تو وہ ایسا قانون یا ایسا آئین کس طریقے سے بنائے گا۔ کہ تم اس ملک کے باشندے ہو۔ خدا سے ڈرتے رہو۔ اگر وہ اسلام کے بارے میں بری شہرت رکھتا ہو۔ اور جب اسلام مملکت کا سرکاری مذہب ہے، اور وہ اسلام کے بارے میں بری شہرت رکھتا ہے۔ تو پھر وہ اسلام کے قوانین کو کیا نافذ کرے گا۔ اسلئے گذارش ہے......

جناب سپیکر :- دیکھئے مولانا صاحب! ترمیم تو وہ دی جاتی ہے جو بالکل ایسی ہو جسکو ہر آدمی سمجھ سکے۔ آپ کی ترمیم یہ ہے کہ اسکی شہرت اچھی ہو۔ کیا اس کا فتویٰ آپ سے لیں کہ شہرت اچھی ہے یا نہیں۔؟ اگر آپ فتویٰ دے دیں کہ شہرت اچھی ہے، مگر دوسرے علماء فتویٰ دے دیں کہ شہرت اچھی نہیں تو پھر کیا ہوگا۔

مولانا عبدالحق :- یہ حقیقت ہے کہ......

جناب سپیکر :- آپ مجھے اس کا جواب دیں کہ آپ نے فتویٰ دے دیا کہ اس کی شہرت اچھی ہے۔ اور وہ اہل ہے۔ اور دوسرے کئی علماء کرام یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ اسکی شہرت اچھی نہیں ہے، اس لئے یہ اس کے انتخاب کرنے والے جو لوگ ہیں جو ووٹرز ہیں ان پہ چھوڑی جاتی ہے۔ اگر وہ سمجھیں کہ اہل ہے تو وہ اہل ہو سکتا ہے۔

مولانا عبدالحق :- گذارش یہ ہے کہ اگر وہ ظالم ہو تو کیا یہ بھی کسی کو معلوم نہیں ہوگا۔؟

جناب سپیکر :- مولانا صاحب! اگر آپ کہیں کہ وہ ظالم ہے اور دوسرے علماء کہیں کہ ظالم نہیں ہے تو پھر ———؟

مولانا عبدالحق :- اگر وہ شراب پینے والا ہو اور یہ معلوم ہو تب بھی کسی کو معلوم نہیں۔

ہو سکتا......؟

جناب سپیکر:۔ یہ ایسی بات نہیں ہے جس میں اختلاف رائے نہ ہو۔

مولانا عبدالحق:۔ میں تو اسلام کی تعریف نہیں کرتا جسے آپ نے اختلافی مسئلہ سمجھ لیا تھا۔

جناب سپیکر:۔ جس میں اختلاف رائے ہو اس کو ہم آئین کا جزو نہیں بنا سکتے۔

مولانا عبدالحق:۔ اگر وہ فاتر العقل ہو۔

جناب سپیکر:۔ فاتر العقل کے متعلق تو فیصلہ عدالت دیتی ہے تو اس کے متعلق ماننا پڑتا ہے۔

مولانا عبدالحق:۔ بہرحال اگر وہ دین دار نہ ہو تو پھر؟

جناب سپیکر:۔ آپ کہیں گے کہ دیندار ہے اور دوسرے علماء کرام کہیں گے کہ دیندار نہیں ہے، تو پھر؟

مولانا عبدالحق:۔ اس میں مولانا، علماء کا کوئی دخل نہیں ہے۔

جناب سپیکر:۔ یہ چیز آپ ووٹرز پر چھوڑیں۔ میرا خیال ہے اس قسم کی ترامیم نہ دیا کریں جن کے متعلق اختلاف رائے ہو سکتا ہے اور کوئی حتمی فیصلہ نہیں ہو سکتا۔

شہریت سے متعلق ایک ترمیم

۱۰ اپریل ساڑھے چار بجے

مولانا عبدالحق:۔ مسودہ آئین کی دفعہ نمبر ۹۶ کی شق نمبر ۱ کے پیرا (ب) میں الفاظ "یا کسی بیرونی ریاست کی شہریت حاصل کرے" حذف کئے جائیں۔ اس میں دو باتیں ہیں۔ جناب والا! اول تو یہ کہ جب پاکستان کی شہریت ختم ہو گئی وہ یہاں کا شہری نہ رہا تو اس وقت میں پھر اسے ووٹ کا حق نہ ہوگا۔ تو اب اسی جملے کا رہنا فائدہ مند نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کے صدر یا وزیراعظم جب دوسرے ممالک کے دورہ پر چلے جاتے ہیں تو وہاں استقبالیہ میں MAYOR کی جانب سے یہ کہا جاتا ہے کہ وزیراعظم یا صدر مملکت کو شہری اعزاز سے اور بذریعہ سپاس نامہ یہ شہری اعزاز اس کو پیش کیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر دوسرے ممالک کی جانب سے کسی پاکستانی شہری کو خواہ وہ کسی عہدے پر فائز ہو، اگر شہریت کا اعزاز مل جاتا ہے۔ تو اس سبب سے وہ شہری اپنے ملک کی شہریت سے محروم ہو جائے گا۔ تو یہ لفظ کسی ایسے شخص کے لئے موزوں نہیں ہے کہ وہ کسی

ریاست کی شہریت حاصل نہ کرے۔ اس لفظ کی ضرورت نہیں ہے۔

رکن اسمبلی کی غیر حاضری سے متعلق ترمیم

۲۰ر اپریل ساڑھے پانچ بجے

مولانا عبدالحق :- جناب والا دفعہ ۶۳ میں یہ تجویز کیا گیا ہے کہ اگر کوئی رکن اسمبلی کے اجلاس سے مسلسل چالیس روز تک غیر حاضر رہے تو اس کی نشست خالی قرار دی جا سکتی ہے ہم نے اس میں صرف یہ ترمیم تجویز کی ہے کہ بغیر کسی معقول عذر کے چالیس روز تک مسلسل غیر حاضر ہو تو پھر اسکی نشست خالی قرار دی جائے۔ اگر اسکی غیر حاضری کا کوئی معقول عذر موجود ہو تو پھر اسکی نشست کو خالی قرار نہ دیا جائے۔ اس سلسلے میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ معقول عذر کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً ایک شخص بیمار ہے یا وہ قید ہے یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس رکن کی نشست خالی کروانے کی غرض سے اسے کوئی شخص اپنے قبضہ میں رکھے اور وہ اسمبلی کے اجلاس سے مسلسل چالیس روز تک غیر حاضر رہتا ہے جس کے بعد اسکی نشست خالی قرار دی جاتی ہے جس کے بعد اسے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بہر کیف مطلب یہ ہے کہ اگر بغیر عذر کے وہ اسمبلی کی کاروائی میں چالیس روز تک مسلسل غیر حاضر رہے یا شرکت نہ کر سکے۔ تو پھر اس صورت میں اسکی نشست کو خالی قرار دے دیا جائے۔

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے

ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں

جنہوں نے

پستول مارکہ آٹا

استعمال کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی ہے۔ ہمیشہ پستول مارکہ آٹا استعمال کریں

جسے آپ بہتر پائیں گے

نوشہرہ فلور ملز جی ٹی روڈ نوشہرہ

ٹیلیفون نمبر 126

شہر شہر اور گاؤں میں
سب کے پاؤں میں
سروس
شوز

سروس
ہوائی چپل
جدید ترین اور دلکش ڈیزائنوں
میں
ہلکی پھلکی۔ آرام دہ۔ ارزاں

نئے آئین کے موقع پر ہم تمام ارکانِ اسمبلی اور پوری قوم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں

الف پی ٹیکسٹائل ملز لمیٹیڈ۔ جہانگیرہ روڈ

ٹیلیفون ۱۰۱، ۱۷۹ (نوشہرہ)
تار : FPTEX اللہ بخش کالونی

اپنی نوعیت کا واحد

بواسیر ہسپتال لمیٹیڈ نوشہرہ

پراسپکٹس مفت

مینجنگ ڈائرکٹر: ڈاکٹر عبدالرشید خان۔ بواسیر ہسپتال لمیٹیڈ تاج بلڈنگ نوشہرہ۔ شاخ گھنٹہ گھر پشاور

داخلہ جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ لائلپور

جامعہ تعلیماتِ اسلامیہ لائلپور کے (۱) شعبہ حفظ و تجوید (۲) درجہ متوسطہ (اوّل تا پانچویں جماعت تک) (۳) درجہ عالمیہ (چھٹے اور ساتویں برس میں) (۴) درجہ فضیلت (آٹھویں اور نویں (آخری) برسوں کے لئے)

داخلہ کی محدود گنجائش ہے

درجہ متوسطہ کی پہلی جماعت میں پرائمری پاس طلباء
داخل ہو سکتے ہیں

ادارہ تعلیماتِ اسلامیہ لائلپور

فون : ۵۲۱۲

سٹائل ۱۱
سٹائل ۵۲
سٹائل ۱۳
بہار کا تہوار
باٹا
باٹا
Bata
Bata